مسلم لیگ کیا ہے؟

مسلم لیگ کیا ہے؟

مسلم لیگ اور کانگریس کی مختصر حقیقت اُنکے فوائد
اور نقصانات پر

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند
و
صدر مسلم پارلیمنٹری بورڈ کا

بصیرت افروز بیان

جو

آپ نے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب گوجرخانی کے جواب میں تحریر فرمایا ہے

حسب فرمائش

مولانا محمد میاں صاحب [illegible] ناظم جمعیۃ علماء [illegible]

[illegible]

دو نعرے

پاکستان؟ یعنی ایک مبہم لفظ جسکی باقاعدہ تفسیر اب تک نہ ہو سکی بقول نوابزادہ لیاقت علیخاں ہندوستان کے دو ٹکڑے۔ یعنی جس طرح جنگ ۱۹۱۴ء کے بعد سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کر کے بہت سے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے حجاز علیحدہ، عراق علیحدہ، شام علیحدہ، فلسطین علیحدہ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح آج برطانوی سامراج کے ایجنٹ ہندوستان کی تقسیم چاہتے ہیں جس طرح ان بہت سے پاکستانوں پر برطانوی اور فرانسیسی انتداب کے فولادی پنجے آج تک گڑے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کے رگ پٹھوں میں بھی برطانوی سامراج کے ٹیڑھے ناخن ہمیشہ گڑے رہیں۔

متحدہ ہندوستان؟ یعنی ہندوستان آزاد ہو۔ ہر ایک ملت اور مذہب آزاد ہو۔ شرعی قانون آزاد ہو۔ تہذیب اور کلچر آزاد ہو۔ ہر ایک صوبہ مکمل آزاد ہو۔ مرکز کو صرف وہ اختیارات حاصل ہوں جو خود صوبے متفقہ طور پر طے کر کے دیں۔ اس صورت میں نہ صرف یہ کہ ہندوستان آزاد ہوگا بلکہ تمام ممالک اسلامی بھی آزاد ہونگے۔ مکمل ایشیا آزاد ہوگا جس میں متحدہ ہندوستان دنیا کی بہت بڑی طاقت ہوگا۔

مسلمان فیصلہ کریں۔ کیا چاہتے ہیں؟

ہمیشہ غلامی ...... یا ...... مکمل آزادی

محمد وحید الدین قاسمی

(مولوی) محمد اسمٰعیل ناظم انجمن چشتیہ گوجر خاں ضلع راولپنڈی کا (مکتوب)

مُبسملاً حامداً و مُصلیاً۔

بخدمت جناب حضرت مولانا صاحب! دامت ظلالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض آنکہ ہم گنہگار بفضل خدا علمائے دین بالخصوص حضرات دیوبند وفقراد کرام مقتدر کے خادم ہیں۔ حضور والا کی مقتدر ہستی ہمارے دلوں میں بہت ہی معزز و قابل احترام ہے۔ سخت مجبوری سے جناب کی خدمت میں یہ عریضہ پیش کیا جاتا ہے کہ فی زمانہ خلق خدا میں ایک شور و غوغا بپا ہو گیا ہے۔ کہ حضور والا (معاذ اللہ) اہل ہنود سے مل گئے۔ استغفر اللہ۔ معاذ اللہ۔ نقل کفر کفر نباشد ہم گنہگار حیران ہیں۔ اسلئے چند معروضات پیش خدمت ہیں۔ للہ ہم گنہگاروں کی دستگیری کیجئے اور اپنے مافی الضمیر سے مطلع کیجئے۔ ممکن ہے کہ جناب کا مافی الضمیر ہمیں نہ پہنچا ہو۔ (یہی صحیح معلوم ہوتا ہے) یا کسی نے نہ پہنچایا ہو۔ یا پہنچا مگر ہم نے نہیں سمجھا۔ سو معروضات ذیل ہیں۔

(۱) مسلم لیگ کی تعریف حضور سمجھائیں۔

(۲) مسلم لیگ کا کیا فائدہ ہے کہ عوام دھڑا دھڑ اس کو اچھا سمجھتے ہیں۔

(۳) مسلم لیگ میں کیا نقصان ہے کہ حضور والا کی مقتدر ہستی اس کو اچھا نہیں سمجھتی اور مورد طعن عند المخلوق مشہور ہو رہی ہے۔

(۴) کانگریس کا کیا مطلب ہے۔ یعنی کانگریس کسے کہتے ہیں۔

(۵) کانگریس میں کیا فائدہ ہے۔ کہ حضور والا اس کو اچھا سمجھ رہے ہیں۔

ہم کو جناب کا مافی الضمیر نہیں پہنچا۔ اگر پہنچا تو یہ کہ معاذ اللہ حضور اہل ہنود سے مل گئے۔ قسمیہ بات ہے کہ یہ بات لکھتے ہوئے قلب شرمسار ہے کہ کیا بکواس لکھ رہا ہوں۔ فقط سمجھنا مطلوب ہے۔ جناب کی مقتدر اور رحم کنندہ ہستی سے ہم امیدوار ہیں کہ حضور ہم بچوں کے سر پر دست شفقت رکھ کر میٹھے پیار سے سمجھائیں گے۔ ہم بہت حیران ہیں کہ یہ کیا اندھیر مچ گیا۔

(۶) کانگریس میں کیا نقصان ہے کہ خلق خدا اس کو اچھا نہیں سمجھتی۔ یہ معروضات ہم نے اپنی عقل کے مطابق لکھے ہیں اگر حضور والا کے نزدیک کوئی اور مضمون دریں باب ضروری ہو۔ تو اس کی بھی رہنمائی فرمائیں۔ بشرطیکہ حضور کو تکلیف نہ ہو۔

نوٹ:۔ ہم اپنی موٹی عقل کے مطابق یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ مسلم لیگ کی جماعت اور کانگریس کی جماعت یہ دو طاقتیں ہیں جو انگریزوں سے ملک ہندوستان کی آزادی چاہتے ہیں جس سے اپنے ملک کو دنیوی فائدہ پہنچائیں اور اپنی رائے کے موافق قانون بنائیں۔ مگر حضور کی رائے مبارک اس کے خلاف ہے۔ بلکہ حضور کی یہ رائے ہے کہ مسلم لیگ کے مقابلہ میں علمائے اسلام کی قوت ہو اور جماعت مسلم لیگ نہ ہو اور اس کے بدلہ جماعت علمائے اسلام اور کانگریس کی قوت سے آزادی ملے۔ کیونکہ علمائے اسلام قوانین شرعیہ سے واقف ہیں سو جو قانون علمائے اسلام کے دماغ اور ہاتھوں سے بنے گا۔ وہ شرعی ہوگا۔ سو اس میں فائدہ اسلام ہے۔ اور مسلم لیگ کے

رہنما شریعت سے بے خبر ہیں۔ سوان کی قوانین ساختگی اسلامی نہیں ہوگی۔ لہٰذا مسلم لیگ کی جماعت شریعت کو مضر ہے اور جناب کی رائے مبارک میں اسلامی فائدہ ہے۔

یہ مضمون میرا اپنا خیال ہے۔ خدا جانے صحیح ہے۔ یا جناب کا کوئی دوسرا مضمون مراد ہو جو میرے مضمون سے ہزار درجہ اعلیٰ ہو۔

حضور کے پاس ہزاروں خط آتے ہوں گے۔ اکثر بندہ تنگ ہو جاتا ہے۔ مگر اس خط کا جواب حضور ضرور ارشاد فرمائیں۔ کیونکہ ہمیں سخت ضرورت خلقت میں جناب کے حق میں بہت ہی بدظنی پھیلائی جا رہی ہے۔ جو سن سن کر طبیعت تنگ آ رہی ہے۔ اگر حضور سے جواب نہ آیا تو پھر ہم عاجز سائل کس سے پوچھیں گے۔ للہ دستگیری کی ضرورت ہے۔ فقط والتسلیم۔

مضمون مرسلہ از انجمن چشتیہ گوجر خاں ضلع راولپنڈی

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند وصدر مسلم پارلیمنٹری بورڈ کا

(جواب)

محترم المقام! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف؟

والا نامہ باعث سرافرازی ہوا۔ مضامین مندرجہ سے تعجب نہیں ہوا کیونکہ آج عام مسلمان غلط پروپیگنڈہ کے یا تو خود شکار ہیں۔ یا دوسروں کو شکار کرنے کیلئے دام تزویر پھیلائے ہیں دن رات لگے ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں

"فی زمانہ خلق خدا میں ایک شور وغوغا بپا ہوگیا ہے کہ حضور والا (معاذ اللہ) اہل ہنود سے مل گئے استغفر اللہ، معاذ اللہ۔ نقل کفر کفر نباشد ہم گنہگار حیران ہیں۔"

محترما! اس شور وغوغا سے آپ اس قدر متاثر کیوں ہوتے ہیں ہم مسلمان تو ہندوؤں سے اس وقت سے ملے ہوئے ہیں جب سے کہ ہندوستان میں آکر آباد ہوئے۔ اور میں تو اس وقت سے ملا ہوا ہوں جب سے کہ میں پیدا ہوا کیونکہ میری ولادت ہندوستان ہی میں ہوئی۔ اور یہیں پرورش پائی جب ایک ملک اور ایک شہر یا آبادی میں رہیں گے تو ضرور ایک دوسرے کو دیکھے گا۔ ساتھ رہے گا۔ ساتھ چلے گا معاملات لین دین اور ہر قسم کے خرید وفروخت اجارہ، وکالت۔ عاریت، تعلیم وتعلم وغیرہ وغیرہ ہوں گے۔ ایک دوسرے سے باتیں کرے گا، ہاتھ ملائے گا، وغیرہ وغیرہ کیا کیا نہیں ہوگا؟ لہذا میں اور تمام مسلمان جبتک ہندوستان میں

ہیں۔ ہندوؤں سے ملے ہوئے ہیں۔ بازاروں میں ملے ہوئے ہیں، مکانوں میں ملے ہوئے ہیں۔ ریلوں میں، ٹراموے میں، لبسوں میں اور لاریوں میں، اسٹیمروں میں، اسٹیشنوں میں، کالجوں میں، ڈاکخانوں میں، تھانوں اور پولیس کے اداروں میں، کچہریوں میں کونسلوں میں، اسمبلیوں میں، ہوٹلوں میں وغیرہ وغیرہ آپ ہی بتلائیے کہ ملنا کہاں اور کب نہیں ہے؟ آپ زمیندار ہیں آپ کے کاشتکار کیا ہندو نہیں ہیں؟ آپ تاجر ہیں کیا آپ کے خریدار اور معاملہ والے جن سے آپ کو خریدنا ہوتا ہے ہندو نہیں ہوتے؟ آپ وکیل ہیں کیا آپ کے مؤکل یا آپ کے وہ حکام جن سے مقدمہ کے معاملات کا تعلق ہے ہندو نہیں ہوتے۔ کیا ان سے ملنا نہیں پڑتا۔ آپ میونسپل بورڈ، ڈسٹرکٹ بورڈ، لوکل بورڈ کونسل، اسمبلی وغیرہ کے ممبر ہیں کیا ہندو ممبروں اور سکریٹری اور پریسیڈنٹ سے ملنا، بحث کرنا، انسانی تہذیب اور آداب کو بجالانا نہیں پڑتا ہے۔ پھر بتلائیے اور غور کیجئے کہ کون اس سے بچا ہوا ہے ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کو گردن زدنی قرار دیدیجئے۔

میں ابتدائی عمر میں اردو مڈل اسکول میں پڑھتا تھا تو ہندو طلبہ بھی ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ چنانچہ کئی سال تک متعدد کلاسوں میں ساتھ رہا۔ اور بعض بعض کلاسوں کے مدرس بھی ہندو تھے۔ ان سے پڑھنا ہوا۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ ملنے سے مراد افسری اور ماتحتی کا تعلق ہے تو حضور جب آپ کسی محکمہ میں ہوں اور آپ کا افسر ہندو ہو تو اس کی تابعداری روزانہ بلکہ ہر گھنٹہ میں کیا آپ کو کرنی نہیں پڑتی۔ جس صیغہ میں بھی غیر مسلم کی گنجائش ہوگی۔ اس میں بسا اوقات ہندو افسر ہوگا اور اس کے ماتحت مسلمان ہوں گے۔ اس سے نجات

کب ہو سکتی ہے۔ (اگرچہ میں تو کسی ایسے شعبہ کا ملازم بھی نہیں ہوں) اور اگر آپ
یہ فرمائیں کہ اس سے یہ مراد ہے کہ ہندو مسلمان کی لڑائی اور جنگ ہو رہی تھی، تو
اس زمانہ جنگ میں مسلمانوں کو شکست دینے کیلئے ہندوؤں سے مل گیا ہے۔ کیونکہ
یہ لفظ عرف میں ایسے ہی مقام پر بولا جاتا ہے تو حضور یہاں کب سے اور کونسی
جنگ ہو رہی ہے اور میں کب مسلمانوں کو شکست دینے اور ان کو دشمنوں سے پامال کرانے
کے لئے میدان میں اتر گیا ہوں۔ یہ محض خیالی اور وہمی امور ہیں۔ والعیاذ
باللہ ایسے جھوٹ اور افتراء کو آپ بلا سوچے اور سمجھے کس طرح قبول فرمارہے
ہیں۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ میں کانگریس کا ممبر ہو گیا ہوں تو حضور میں کانگریس
کا اس وقت سے ممبر ہوں۔ جب کہ مالٹا سے ہندوستان آیا۔ اس سے
پہلے میں انقلابی تشدد آمیز خیالات کے ساتھ برطانوی موجودہ اقتدار اور
شہنشاہیت کا مخالف تھا اور اسی بناء پر مالٹا کی چار برس کی قید ہوئی تھی۔ اور
واپسی مالٹا کے بعد عدم تشدد کی پالیسی کے ساتھ برطانوی اقتدار اور شہنشاہیت
کا مخالف اور ہندوستان کی آزادی کا حامی ہو گیا ہوں۔ ۱۹۲۰ء سے برابر سالانہ
فیس ممبری اس میں اور جمعیۃ العلماء میں ادا کرتا ہوں۔ خلافت کا بھی اُسی وقت
سے ممبر ہوں۔ مگر خلافت فنا ہو گئی۔ اس لئے اب اس میں کوئی حصہ نہیں
رکھتا۔ اور میں ہر اُس انقلابی جماعت میں شریک ہونے کے لئے تیار ہوں۔
جو برطانوی اقتدار اور شہنشاہیت کو ہندوستان سے ختم کرنے یا کم کرنے کی
سچائی سے کوشش کرتی ہو اور اپنی پالیسی عدم تشدد کی رکھتی ہو۔

غرضکہ میں ۲۵ برس سے کانگریس کا ممبر ہوں جلسوں میں شریک ہوتا ہوں

تقریریں کرتا ہوں۔ فیس ممبری ادا کرتا ہوں۔ عہدوں کو قبول کرتا ہوں، جیل میں جاتا ہوں اور اسی طرح سے جمعیۃ العلماء کا بھی ممبر ہوں، ہاں کسی مذہبی یا فرقہ دار غیر مسلم (ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی) جماعت کا نہ ممبر ہوں اور نہ اُن کے جلسے وغیرہ میں شریک ہوتا ہوں۔ یہ واقعی حیثیت ہے۔ وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیل

آپ فرماتے ہیں۔

(۱) مسلم لیگ کی تعریف حضور سمجھائیں۔

الجواب:۔ اس مقام پر اسی شخص کا مقالہ مختصراً پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں جو کہ نہ صرف لیگ میں شریک تھا۔ بلکہ بمنزلہ روح رواں لیڈری کرتا تھا اور آج کل کی کشمکش سے وہ بالکل علیحدہ تھا۔ یعنی مولانا شبلی مرحوم جنکی زمانہ جنگ عظیم اول میں وفات ہو گئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

—"ہم کو خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہئے۔ ہم کو اپنا راستہ آپ متعین کرنا چاہئے۔ ہماری ضروریات ہندوؤں کے ساتھ مشترک بھی ہیں اور جداگانہ بھی۔ اسلئے ہم کو ایک جدا پولیٹکل اسٹیج کی ضرورت ہے۔ اس موقع پر پہنچ کر ہمارے سامنے ایک چیز نمودار ہوتی ہے مسلم لیگ — یہ عجیب الخلقت کیا چیز ہے؟ کیا یہ پالیٹکس ہے؟ خدانخواستہ نہیں، انٹی کانگریس ہے؟ نہیں۔ کیا ہاؤس آف لارڈز ہے؟ ہاں سوانگ تو اسی قسم کا ہے۔" (حیات شبلی ص۶۱۷)

دوسری جگہ مولانا مرحوم فرماتے ہیں:۔

—"لیگ کا سنگ اولین شملہ کا ڈیپوٹیشن تھا اور اب یا آئندہ جو کچھ اس کا

ترکیبی نظام قرار پائے۔ ڈیپوٹیشن کی روح اس میں موجود رہے گی ڈیپوٹیشن کا مقصد سراپا یہ تھا اور یہی ظاہر بھی کیا گیا تھا کہ جو ملکی حقوق ہندوؤں نے اپنی سی سالہ جدوجہد سے حاصل کئے ہیں اس میں مسلمانوں کا حصہ متعین کر دیا جائے۔" حیات شبلی صفحہ ۶۱۸

ایک جگہ مولانا مرحوم فرماتے ہیں۔

—"سب سے آخری بحث یہ ہے کہ مسلم لیگ کا نظام ترکیبی کیا ہے؟ اور کیا وہ قیامت تک درست ہو سکتا ہے؟ پہلا سوال یہ ہے کہ کیا مسلم لیگ اس خصوصیت کو چھوڑ دیگی کہ اس کو سب سے پہلے دولت اور جاہ کی تلاش ہے اور اسکو اپنے صدر انجمن کیلئے۔ نیابت صدر کیلئے۔ سکریٹری شپ کیلئے' ارکان کیلئے' اضلاع کے عہدیداروں کیلئے وہ مہریں مطلوب ہیں جن پر طلائی رنگ ہو۔ لیکن پولیٹیکل بساط میں ان مہروں کی کیا قدر ہے؟ کیا ایک معزز رئیس' ایک بڑا زمیندار۔ ایک حکام رس دولتمند اپنی فرضی آبرو نقصان پہنچانا گوارا کر سکتا ہے ہندوؤں کے پاس زمینداری دولت اور خطاب کی کمی نہیں۔ لیکن کیا انھوں نے تیس برس کی وسیع مدت میں کسی بڑے زمیندار یا تعلقہ دار کو پریسیڈنسی کا کرسی نشین کیا؟ کیا اس کے پریسیڈنسوں میں کسی کا سر خطاب کے تاج سے آراستہ ہے"

(حیات شبلی صفحہ ۶۱۹)

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

—"اس بنا پر پالٹیکس کی بحث میں سب سے بڑا اور مقدم کام یہ ہے کہ یہ سمجھا دیا جائے کہ مسلم لیگ نہ آج بلکہ ہزار برس کے بعد بھی پالٹیکس نہیں بن سکتی۔ مسلم لیگ کیونکر قائم ہوئی، کب قائم ہوئی، کس نے قائم کی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ وحی (بقول سر سید مرحوم) خود دل سے یا کوئی فرشتہ آسمان سے لایا تھا الخ—" (حیات شبلی ص ۶۱۸)

ان مختلف اقتباسات سے (جو کہ مولانا شبلی مرحوم کے اُن مضامین سے جن کو انھوں نے اخبار مسلم گزٹ ۱۹۱۰ء میں شائع فرمائے تھے اور ان مضامین کے چیدہ چیدہ کلمات (حیات شبلی میں) مندرج ہیں) پوری حقیقت اجمالی طور پر سمجھ میں آ گئی ہوگی اور اگر آپ کو اس سے زیادہ واضح تفصیل کی ضرورت ہے تو روشن مستقبل ص ۳۱۴ سے سلسلۂ مضامین کا مطالعہ فرمائیے۔ نیز نواب وقار الملک مرحوم اوّلین سکریٹری مسلم لیگ کے خطبہ مارچ ۱۹۰۷ء سے معلوم کیجئے۔ نواب صاحب فرماتے ہیں

—"ہماری تعداد بمقابلہ دوسری قوم کے ہندوستان میں ایک خمس ہے۔ اب اگر ہندوستان میں خدانخواستہ انگریزی حکومت نہ رہے تو ہمیں ہندوؤں کا محکوم ہو کر رہنا پڑے گا۔ اور ہماری جان، ہمارا مال، ہماری آبرو، ہمارا مذہب، سب خطرہ میں ہوگا۔ اور اگر کوئی تدبیر ان خطروں سے محفوظ رہنے کی ہندوستان کے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے تو وہ یہی ہے کہ انگریزی حکومت

ہندوستان میں قائم رہے۔ ہمارے حقوق کی حفاظت تب ہی ہو سکتی ہے۔ جب کہ ہم گورنمنٹ کی حفاظت پر کمربستہ رہیں، ہمارا وجود اور گورنمنٹ کا وجود لازم و ملزوم ہیں۔...... انگریزوں کے بغیر ہم عزت و آسودگی کے ساتھ نہیں رہ سکتے...... اگر مسلمان دل سے انگریزوں کے ساتھ ہیں تو ہندوستان سے کوئی ان کو نکال نہیں سکتا ...... ان کو اس عمدہ خیال کی تلقین کی جائے گی کہ وہ اپنے تئیں مثل ایک انگریزی فوج کے تصور کریں اور تاج برطانیہ کی حمایت میں اپنی جانیں قربان کرنے اور اپنا خون بہانے کے لئے تیار رہیں اور گورنمنٹ سے اپنے حقوق نہایت ادب اور متانت کے ساتھ طلب کریں کہ اس طریقہ پر جس پر ہمارے دیگر ابنائے وطن کا عمل ہے اور اس سے میری مراد ایجی ٹیشن کے طریقہ سے ہے پس تمہارے دل میں یہی ایک خیال موجزن رہنا چاہئے کہ اس سلطنت کی حمایت کرنا تمہارا قومی فرض ہے...... تم اپنے تئیں انگریزی فوج کے سولجر خیال کرو۔ تم تصور کرو کہ انگریزی پرچم تمہارے سر پر لہرا رہا ہے تم یقین کرو کہ تمہاری یہ دوڑ دھوپ اسی لئے ہے کہ تم ایک دن تاج برطانیہ پر (اگر اسکی ضرورت ہو) اپنی جانیں نثار کرو اور انگریزی سپاہیوں کے ساتھ مل کر اس سلطنت کے مخالفوں اور دشمنوں کے ساتھ گلہ بگلہ لڑو۔ اگر یہ خیال تم نے ذہن نشین رکھا تو مجھ کو اُمید ہے کہ تم اپنی قوم کے لئے باعث فخر

ہو گے اور آئندہ نسلیں تمہاری شکر گذار ہوں گی اور تمہارا نام ہندوستان کی انگریزی حکومت کی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھا جائے گا ـــــ"

(روشن مستقبل صفحہ ۳۴۰ ماخوذ از نواب وقار الملک کی اسپیچ مسلمانان ہند کے پالٹیکس پر جو ۲۳ مارچ ۱۹۱۷ء کو مدرسۃ العلوم علیگڈھ میں طالبعلموں کے روبرو کی گئی۔)

محترم المقام! مذکورہ بالا اقتباسات صحیحہ سے مسلم لیگ کے اصلی معنی آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ بقول مولانا شبلی مرحوم وہی روح لیگ میں آج بھی کام کر رہی ہے جو ابتدا میں تھی۔ یعنی برطانیہ کی مدد کرنا، ان کو اپنے لئے مدار زندگی سمجھنا اور اپنے جان و مال، عزت کو انگریزی راج کی ہندوستان میں بقا کے لئے قربان کرنا اور اس کی تلقین مسلمانوں میں کرنا اور ہندوؤں کو عظیم الشان دشمن اور ان کی حکومت کو انتہائی مضر اور مہلک خطرہ سمجھنا اور اُن سے ہر وقت ڈرانا اور ڈرنا اور کانگریس سے جو کہ ملکی اور سیاسی جماعت ہے۔ ہر طرح باز رکھنا وغیرہ۔ آپ آج بھی قائداعظم کے خطبات اور لیگ کے کارکنوں کے خطبات لیگی پریس کے مضامین ڈان اور منشور کے۔ روزانہ آرٹیکلوں کو ملاحظہ کریں اور اسی روح اور حقیقت کا مشاہدہ کریں۔

زمیندار ۲۵ مارچ ۱۹۴۱ء صفحہ ۸ کالم ۱ کو دیکھئے فرماتے ہیں

ہم اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان ہند اسلامی قومیت کا ہی حصہ ہیں۔ ہم بہانگ دہل کہتے ہیں کہ ہم اسی ملت عظیم کا ایک جُز ہیں

جو بحر اوقیانوس سے بحر الکاہل تک پھیلی ہوئی ہے، ترکی بھی اسی ملت کا ایک حصہ ہے اور افغانستان اور عراق بھی۔ مجھے خوشی ہے کہ اس جنگ میں یہ طاقتیں برطانیہ کے ساتھ ہیں اور ہم ہندی مسلمان بھی (خواہ ماضی میں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ رہا ہو) انگریزوں کے ساتھ ہیں اور اس وقت بھی ہم تمہاری امداد کرنا چاہتے ہیں۔ ...."

اس سے پہلے صے کالم ۸ میں فرما چکے ہیں۔

"مسلم لیگ ایسے وقت میں برطانیہ کو پریشان کرنا نہیں چاہتی۔ جبکہ وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے اور نہ فوجی بھرتی میں رکاوٹ بننا چاہتی ہے اور نہ اس نے سول نافرمانی کا حربہ استعمال کیا بلکہ وہ غیر جانبدار رہے۔ اگرچہ اسکی غیر جانبداری بھی جارحانہ رنگ کی نہیں ہے۔ اس نے اپنے کچھ ارکان کو اجازت دیدی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو برطانیہ کی مصیبت کے وقت میں کام آسکتے ہیں۔ سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب نے جو مسلم لیگ کے ایک ممبر بر آوردہ رکن ہیں اتنی زبردست فوجی امداد کی ہے کہ جس کی مقدرت کسی اور شخص کو نہیں ہو سکتی ...."

اس سے پہلے صے کالم ۵ میں فرما چکے ہیں۔

"ہم مسلم لیگی بھی اس ملک کی دوسری جماعتوں کی طرح برطانیہ ہی کی فتح چاہتے ہیں۔ ہم انگلستان کو مظفر و منصور دیکھنا چاہتے ہیں۔"

تیج ۱۳ مارچ ۱۹۴۱ء میں مندرجہ ذیل فقرہ دیکھئے۔

یہی آواز نوابزادہ لیاقت علی خاں نے اسمبلی میں فائننس بل پر تقریر کرتے ہوئے اٹھائی انھوں نے کہا کہ

"حکومت ان کی بات پوچھتی ہے جو اس کی پیٹھ پر چھرا مارتے ہوں اور جو اسکی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھاتے ہوں ان کی جانب سے بے رخی سے پیش آتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ لیگ کا اولین سنگ بنیاد آج تک محفوظ ہے لیگ برطانیہ ہی کی معین اور ممد ہے۔ اس کو ہی اپنا مدار زندگی سمجھتی اور جان و مال و عزت و آبرو مذہب سب کو برطانیہ پر قربان کرنا ضروری جانتی ہے اور اسی کی تلقین مسلمانوں کو مختلف پیرائوں اور پروپیگنڈوں سے کرتی رہتی ہے۔ اور ہندوؤں سے نفرت پھیلانا مسلمانوں کو ان سے ہر وقت ڈرانا انکو اور انکی جماعتوں کو نہایت خطرناک دشمن دکھلانا اور کانگریس سے متنفر کرنا اسکا آج بھی نہایت اہم مسئلہ ہے۔

لیگ کی مسلمانوں سے سیاسی اور مذہبی دشمنی اور انگریزوں کی حمایت اور امداد

(۱) نیز دیکھئے آرمی بل پاس کیا گیا۔ (جس کے خلاف کراچی کیس اور سزائیں اور پانچ سو سے زائد علماء کا فتویٰ جگہ جگہ شائع کیا گیا تھا اور فوجی بھرتی میں رکاوٹ ڈالنے والے کو مجرم اور ایک سال کی سزا کا مستحق بنایا گیا۔ کیا یہ محض برطانیہ کی امداد نہ تھی۔ حالانکہ تمام کانگریسی

اور غیر کانگریسی ہندوؤں نے اسکی مخالفت کی تھی۔

(۲) قائداعظم اور دوسرے مسلم ممبران نے اسمبلی میں اس وقت تقریر زوردار الفاظ میں کی کہ یہ فوجیں ممالک اسلامیہ میں نہ جائیں گی وائسرائے کے وعدہ کا یقین دلایا اور کہا اسکے خلاف ہوا تو ہم یہ کر ڈالینگے وہ کر ڈالینگے۔ مگر یہی فوجیں ایران، عراق، شام، مصر کو بھیجی گئیں، پھر لیگ نے کیا کیا کوئی پروٹسٹ کیا یا عملی کارروائی برطانیہ کے خلاف ظاہر کی۔

(۳) لیگ، اگرچہ جنگ سے غیر جانبدار رہی مگر انفرادی اعانت کی اجازت دی جس کی بنا پر چھوٹے اور بڑے مسلم لیگیوں نے برطانیہ کی امداد و اعانت جنگ میں بیش از بیش یہاں تک حصہ لیا کہ کسی سے اسکی مثال نہیں ہو سکتی۔ دیکھو زمیندار ۲۵ مارچ ۱۹۴۱ء

(۴) لیگ پاکستان انگریزوں سے مانگتی ہے اور کہتی ہے کہ ڈیفنس او فارن پالیسی بعد از آزادی بھی انگریزوں کے ہاتھ میں رہیگی جبتک پاکستان کی حکومت امن و امان پوری طرح قائم رکھنے کے لئے حسب رائے برطانیہ قابل نہ ہو جائے (برخلاف اسکے کانگریس آزادی کامل کا مطالبہ کر رہی ہے) ظاہر ہے کہ ڈیفنس برطانیہ کے قبضہ میں ہونے پر پوری امداد و استمداد مسلمانوں ہی سے اسکی ہوتی رہیگی اور خدا جانے کبتک ہوتی رہیگی۔ انگریزوں اور یوروپین اقوام کے قبضہ کی تاریخ مطالعہ کیجئے۔

مدینہ بجنور جلد ۱۳ ع ۱۷ ۹ ربیع الاول ۶۳ھ مطابق ۵ مارچ ۱۹۴۴ء بعنوان "پاکستان کے قیام کے بعد برطانوی غلبہ ضروری ہے۔"

قائد اعظم کا ۹ ۲؍ فروری کا بیان جوکہ نیوز کرانیکل لندن کی دعوت پر انھوں نے پاکستان کے مسئلہ پر دیا ہے۔ اس کا مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ ہو۔

"اگر برطانوی حکومت ملک کے دو ٹکڑے کر دے تو تھوڑے عرصہ کے بعد جو ۳ ماہ سے زیادہ نہ ہوگا ہندو لیڈر خاموش ہو جائینگے اور جبتک دونوں ٹکڑے آپس میں امن سے نہ رہیں تب تک برطانوی حکومت کا فوجی اور خارجی کنٹرول ضروری ہے۔ اس صورت میں مصر کی طرح کم از کم ہم اندرونی طور پر تو آزاد ہوں گے۔ آج بھی اصولاً پانچ صوبوں میں پاکستانی حکومتیں مسلم لیگ کے ماتحت کام کر رہی ہیں۔"

اسی بیان پر ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب حیدرآبادی (جوکہ حسب دعویٰ خود پاکستان کا خیال اولاً وہی پیش کرنے والے ہیں اور لیگ میں عرصہ دراز تک رہ چکے ہیں۔ کلچرل یا تہذیبی منطقوں میں ہندوستان کی تقسیم کے متعلق ایک سکیم کے ترتیب دینے والے ہیں اور اپنی ایک تصنیف میں اسکو پیش بھی کر چکے ہیں) نہایت مضطرب اور بیقرار ہو کر مسلمانوں اور بالخصوص مسلم لیگ کے ممبروں کو تنبیہہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اب مسلمانوں کو دیکھنا چاہیئے کہ ان کے قائد اعظم ان کو کدھر لئے جا رہے ہیں میں ابتدا ہی سے جانتا تھا کہ مسٹر جناح پاکستان کیلئے سنجیدہ نہیں ہیں اب انہوں نے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ قطعی آزاد پاکستان کے خواہشمند نہیں ہیں۔ وہ والی ملک کے بغیر ایک ایسی ریاست کے خواہشمند ہیں اور چاہتے ہیں کہ زیر سایہ برطانیہ ایک طویل مدت میں یہ علاقے مصر کی حقیقت تک پہنچ جائیں۔ جو قانونی طور پر تو آزاد ہے

مگر اپنے ہر کام میں برطانیہ کے چشم و ابرو کا منتظر ہے۔ انھوں نے کراچی میں تقسیم کرو اور ہندوستان سے چلے جاؤ کا نعرہ لگایا تھا۔ مگر وہ اب کہہ رہے ہیں، کہ اس سے ان کا مقصد "تقسیم کرو اور رہو" تھا۔ وہ چاہتے ہیں کہ برطانوی طاقت ہندوستان اور پاکستان دونوں جگہ رہے اور دفاع و خارجی مسائل کی مالک بنی رہے یہ ہے مسٹر جناح کا اُمینی ترقی کے متعلق نظریہ! کیا کوئی انگریز اسکے لئے ان کا شکریہ ادا کرے گا! میرے خیال میں برطانوی رجعت پسند بھی اس پالیسی پر افسوس ظاہر کریں گے۔ برطانیہ نے کرپس اسکیم کی رو سے وعدہ کیا ہے کہ جنگ کے بعد ہندوستان کو متحدہ طور پر یا علاقوں کی تقسیم کے بعد مکمل آزادی حاصل ہو جائے گی۔ بجائے اس کے مسٹر جناح اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسری جماعتوں سے اتحاد کرتے وہ موجودہ غلامی ہی پر قانع ہیں۔ کیا مسلم لیگ کے عام ممبران اس روش کی تائید کرینگے"۔

(انجمن بمبئی مورخہ ۶ مارچ ۱۹۴۴ء جلد ۷ از زیر عنوان "مسلمانو دیکھو کہ تمہارے قائد اعظم تمکو کدھر لئے جارہے ہیں")

(۵) لیگ نے شریعت بل فیل کیا جس کی اہمیت اور ضرورت مذہب اسلام اور مسلمانوں کیلئے محتاج بیان نہیں۔

(۶) لیگ نے خلع بل کو بالکل خلاف شریعت اور ناکارہ کر دیا۔

(۷) لیگ نے قاضی بل کی مخالفت کی اور اس کو فیل کر دیا۔ حالانکہ اسلامی ضرورتیں اور اسلامی تاریخ اس کی متقاضی تھیں۔

(۸) شاردا بل کو پاس کرانیکی کوشش سے قائد اعظم کی مذہبی دشمنی ظاہر ہے۔

۹) لیگ کی موجودہ حکومتوں نے برطانیہ کی پوری امداد کرتے ہوئے ہندوستانی عوام اور بالخصوص مسلمانوں کو برباد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا صوبہ بنگال میں لیگی حکومت ہی نے لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مسٹر ایمری ۱۹ لاکھ تک کا اقرار کرتے ہیں۔ اخباروں سے ۹۰ لاکھ یا اس سے زائد کا پتہ چلتا ہے یہ وہ صوبہ ہے جس میں مسلم آبادی تمام صوبوں سے عدد میں زائد اور سب سے زیادہ غریب ہے اور وہی عموماً مرتے ہیں (دیکھو وڈ ہیڈ کمیشن کی رپورٹ دربارہ قحط بنگال)

۱۰) مسلم لیگ کی وزارتوں نے لیگیوں اور اپنے رشتہ داروں اور احباب اور وزراء کو ٹھیکے دیکر ان کو مالا مال اور عوام کو کنٹرول وغیرہ کے ذریعہ سے فنا اور مفلس کر دیا نفع اندوزی میں وہ کام کیا جسکی نظیر نہ کانگریسی حکومت کے زمانہ میں ملتی ہے اور نہ ان صوبوں میں سے جہاں براہ راست گورنروں کی حکومت رہی۔

روزنامہ اجمل مورخہ ۱۰ رجنوری ۱۹۴۵ء نمبر ۱۳ جلد ۱۸ زیر عنوان (مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے ایک رکن کا سنسنی پھیلانے والا بیان)

بعض لیگی وزارتوں نے غلہ کی خریداری کے سنڈیکیٹ جیسے اجارہ داری کے ادارے قائم کر دیئے ہیں جن سے خود وزارتوں کا تعلق ہے اور ان لیگی وزارتوں کے عہد میں نظام حکومت کی اندرونی خرابیاں اور رشوت کی گرم بازاری کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اس کی کوئی مثال اس سے پہلے کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ان تباہ کن اثرات نے عام لیگیوں کو پریشان اور

متنفر کر دیا ہے۔ اور وہ خطرہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر اس چیز کی بہت جلد روک تھام نہ ہوئی تو آئندہ عام انتخابات میں مسلم لیگ کو بڑی سخت دشواریوں کا سامنا ہوگا اور مسلمانوں کے اتحاد کی ضرورت کا نعرہ بھی اپنے اندر کوئی اثر باقی نہ رکھ سکیگا"۔ مگر کوئی روک تھام آج تک نہیں ہوئی اور معاملات بدستور ہیں۔

(۱۱) خود قائد اعظم اور لیگ ہائی کمان نے ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ پیکٹ کرکے مسلم اکثریت والے صوبوں کا گلا گھونٹ دیا یہ معاہدہ کیا کہ پنجاب میں مسلم نشست میں ۵۵ فیصدی سے گھٹا کر ۵۰ فیصدی کردی جائیں اور صوبہ بنگال میں ۵۳ فیصدی سے گھٹا کر ۴۰ فیصدی کر دیجائیں۔ اگرچہ اس کے بدلہ میں مسلم اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں کی نشستیں زیادہ کی گئیں مگر اس زیادتی کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہ ہوسکا کیونکہ اس میں مسلم میناریٹی اتنی زیادہ تھی کہ اس ویٹیج کے ہوتے ہوئے بھی بڑے درجہ کی اقلیت باقی رہ گئی۔ اگرچہ صوبہ بمبئی میں ۱۳ کی زیادتی کی گئی اور جملہ ۳۳ فیصدی ہوگئی۔ اسی طرح یو۔پی میں ۱۶ فیصدی زیادتی کرکے ۳۰ فیصدی اور بہار میں ۱۹ فیصدی زیادہ کرکے ۲۹ فیصدی، مدراس میں ۸ فیصدی زیادہ کرکے ۱۵ فیصدی اور صوبہ متوسط اور برار میں ۱۱ فیصدی زیادہ کرکے ۱۵ فیصدی بنادی گئی۔ مگر کیا فائدہ ہوا۔ دوسری مسلم اکثریت والے صوبے ایسے نقصان میں مبتلا کر دیئے گئے کہ آج تک ان کو خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے۔ مانٹیگو چیمسفورڈ اسکیم میں اسی میثاق

پر عملدرآمد ہوا اور مسلمان ہر جگہ بے دست و پا ہو کر رہ گئے۔

(۱۲) ۱۹۲۹ء میں کلکتہ کے اجلاس کنونشن میں صاف اور واضح الفاظ میں مسٹر جناح نے فرمایا تھا کہ اکثریت کے صوبوں میں مسلمان ممبران کی تعداد بڑھانے کے یہ معنی ہوں گے کہ امیر لوگوں کو زیادہ امیر بنایا جائے۔ بہتر یہ ہوگا کہ مسلم اقلیت والے صوبوں میں مسلمان ممبروں کی تعداد زیادہ بڑھا دی جائے۔ (روشن مستقبل صفحہ ۴۴)

(۱۳) ۱۹۳۱ء میں قائد اعظم اور دیگر لیگیوں نے لندن میں یوروپین ایسوسی ایشن سے (جو کہ ہندوستان میں ملکی آزادی کی سب سے بڑی دشمن ہے) عہد و پیمان کر لیا (اس کو اس قدر سیٹیں ان کے حق سے زیادہ دے دیں کہ جب یونٹی بورڈ الہ آباد میں پارٹیوں کے سمجھوتہ کے وقت میں مسلمانوں کے لئے ۵۱ فیصدی بنگال میں پورا کرنے کا ارادہ کیا گیا تو بجز اس کے کوئی چارہ نہ ہو سکا کہ یوروپین ایسوسی ایشن سے ۳ ½ سیٹیں لے لی جائیں مگر وہ کیوں راضی ہوتے۔) بالآخر ان کی یعنی یوروپین اور عیسائیوں کی ۳۱ سیٹیں مسٹر میکڈانلڈ وزیر اعظم نے رکھ دیں اور ہمیشہ کے لئے مسلمانوں اور ہندوؤں کے لئے اقلیت کی مہر بنگال میں لگ گئی ذرا غور فرمائیے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے ہمدرد اور وفادار ہیں یا غدار اور ناقابل اعتماد۔ اور جو نعرے لگائے جاتے ہیں۔ ان کی حقیقت کیا ہے

مسلم لیگ برطانیہ کی منظورِ نظر ہے

نیو اسٹیٹس مین اینڈ نیشن لندن مورخہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۴۰ء اپنی قوم اور ملک کو نصیحت کرتا ہوا ایک طویل آرٹیکل لکھتا ہے جس کے مندرجہ ذیل اقتباسات قابلِ غور ہیں۔

"لارڈ لنلتھگو نے مسلم لیگ کو ہندوستان کے تمام مسلمانوں کا واحد نمائندہ جماعت تسلیم کر لیا......... اس کا دعویٰ ہے کہ اب کچھ مہینوں سے اس کے ممبروں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ یہ بالکل صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وائسرائے کی ممتاز سرپرستی کی وجہ سے کانگریس کے بعد یہ ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت بن گئی ہے"......... "اگر ہماری یہ پیش کش مخلصانہ ہے کہ صلح کے بعد ہندوستان کو درجۂ نو آبادیات عطا کر دیا جائے گا تو ہمیں اس قسم کا کوئی قدم اٹھانا پڑے گا۔ لیکن اگر ہم مسٹر جناح کو محض اپنا آلۂ کار بنا رہے ہیں جو ہر وقت بھونڈی اور ناکارہ عہد نامہ کو بھر کر ہمیں اخلاقی ذمہ داری سے سبکدوش کرنے کے لئے تیار رہیں تو ہم ایسا نہیں کریں گے۔ اگر ہمارے متعلق یہ شبہات بڑھتے رہے اور ہم نے ان کے دور کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ہم "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کا پرانا کھیل کھیل رہے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم مستقبل قریب ہی میں ہندوستان کو کھو بیٹھنے کا خطرہ مول لے رہے ہیں"

(مدینہ بجنور نمبر ۲۸ جلد ۳۰ - ۱۳ر مارچ ۱۹۴۱ء)

(ب) مسٹر چمن لال مشہور ہندوستانی جرنلسٹ امریکہ سے ہندوستان واپس ہوتے ہوئے سندھ سکریٹریٹ کے ریسٹورنٹ کراچی میں تقریر کرتے ہوئے

ایک طویل بیان دیتے ہیں جس کے مندرجہ ذیل اقتباسات قابل غور ہیں۔

علاوہ برین امریکہ کا برطانوی سفارتخانہ پاکستان کے حق میں انگلینڈ میں پمفلٹ وغیرہ لٹریچر چھپواتا ہے اور اسے ہوائی جہازوں کے ذریعہ امریکہ مفت تقسیم کرنے کی خاطر بھیجا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ میں ایک مسلم لیگ بھی کھولی گئی ہے مسٹر احمد اسکے انچارج ہیں برطانوی سفارت کی طرف سے انھیں تنخواہ دیجاتی ہے۔" (ریوٹر) ملاپ روزانہ جلد ۲۲ نمبر ۲-۴۴ ۱۶ جنوری ۱۹۴۵ء

(ج) قائداعظم کی وہ خط وکتابت جو وائسرائے سے شملہ کانفرنس کے سلسلہ میں ہوئی اس کا مندرجہ ذیل اقتباس قابل غور ہے۔

۱۷ جولائی۔ ڈیر لارڈ ویول! میں نے کانفرنس کے آخری دور آپ کی طرف سے پیش کردہ تجویز ورکنگ کمیٹی کے سامنے رکھی بعد از غور فیصلہ کیا گیا کہ کمیٹی کا نظریہ آپکے روبرو رکھا جائے جو حسب ذیل ہے (۱) اگست ۱۹۴۰ء میں جبکہ آپ کے پیشرو لارڈ لنلتھگو نے ایک ایسی ہی پیشکش کی تھی اور ورکنگ کمیٹی نے اسے نامنظور کر کے اسکے خلاف اعتراضات وارد کئے تھے تو لارڈ لنلتھگو نے ان اعتراضات کو درست تسلیم کرتے ہوئے اپنی پہلی پیشکش کو واپس لے لیا اور اس کے بجائے نئی تجویز کرتے ہوئے ایک مراسلہ لکھا جس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

میں آپ کی طرف سے پیش کردہ اعتراضات اور آپ کی بیان کردہ مشکلات کا احساس کرتا ہوا اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جہانتک مسلم لیگ کا تعلق ہے اسے اگزیکٹو کونسل کے ممبران کی فہرست پیش کرنیکی

ضرورت نہیں بلکہ اسکی فہرست کا معاملہ اسکے صدر اور میرے درمیان خفیہ بات چیت میں طے ہونا چاہیئے۔

مسلم لیگ نے یہ نعم البدل منظور کرلیا۔ اب بھی کمیٹی کی رائے ہے کہ جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے۔ اس کے ساتھ فہرست کے متعلق اسی قاعدے سے عمل کیا جانا چاہیئے جو آپ کے پیش رونما گئے ہیں۔"

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سابق وائسرائے اور مسٹر جناح میں خفیہ ساز باز ہوتا رہتا تھا۔

محترما! اب آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ مسلم لیگ ایک ایسی جماعت ہے جو کہ برطانیہ کی محبوبہ ہے دوسرے الفاظ میں وہ برطانیہ کی ہے اور برطانیہ اس کا ہے۔
اس کے مؤثر کارکن عافیت پسند' اقتدار طلب' آزادی ہند کے دشمن' برطانوی اقتدار کے مضبوط کرنیوالے' مذہب اسلام سے بیگانہ بلکہ مخالف' ذاتی اغراض کے متوالے عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے والے حضرات ہیں۔

سوال دوم (۲) مسلم لیگ کا کیا فائدہ ہے کہ عوام الناس ہر ادھر اسکو اچھا سمجھتے ہیں؟
جواب۔ جبکہ ہائی کمانڈ اپنی تقریر و تحریر میں عوام کو دھوکہ دیتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کو صرف ہندوؤں اور کانگریس سے انتہائی خطرہ میں ظاہر کرتا ہے۔ برطانیہ کی عداوتوں اور برباد کرنیکی پالیسی کا ذکر تک نہیں کرتا ہے اور برطانیہ کی خفیہ اور ایک درجہ تک ظاہری امداد اس میں شامل ہے تو طبعی تقاضا ہے کہ عوام الناس (جن کو حقائق پر غور کرنیکی مطلق عادت نہیں اور جذبات میں جلد بہ جانیکے عادی ہیں۔ لڑائی ان کے خمیر میں ہے۔ ہندو سے لڑنے میں وہ خطرے بھی نہیں ہیں جو

انگریز سے لڑنے میں ہیں۔) اس کو اچھا سمجھیں اور دھڑا دھڑ اس دعوت میں شامل ہوں۔ یہی عوام خلافت تحریک میں دوسری حالت میں تھے۔

سوال سوم (۳) مسلم لیگ میں کیا نقصان ہے کہ حضور والا کی مقتدر ہستی اسکو اچھا نہیں سمجھتی۔ اور مورد طعن عند المخلوق ہو رہی ہے۔

جواب۔ مندرجہ بالا مختصر مضامین سے ہر خبردار حقیقت شناس و واقف احکام شرعیہ قطعی نتیجہ نکال لیگا کہ مسلم لیگ کی شرکت نہ صرف غیر مستحسن ہے بلکہ معصیت ہے۔ خوبی خودداری کے بھی منافی ہے۔ مصالح سیاسیہ اور دینیہ اور دنیوی کے سراسر خلاف ہے۔ احکام شرعیہ یقیناً اس کے اجتناب ہی کا فیصلہ کریں گے

سوال چہارم (۴) کانگریس کا کیا مطلب ہے یعنی کانگریس کسے کہتے ہیں۔

جواب۔ کانگریس ہندوستان کے تمام بسنے والوں کی بلا تفرقہ مذہب و نسل و رنگ و زبان و وطن ایک جماعت ہے جو کہ اہل ہندوستان کے فطری اور ملکی حقوق سلب شدہ کو واپس لانا اپنا فریضہ سمجھتی ہے ہندوستان کو انگریزی اقتدار سے آزاد کرانا اس کا نصب العین ہے۔ ہر ہندوستانی اس کا ممبر ہو سکتا۔ اب تک اس کے ۹ صدر مسلمان ہو چکے ہیں ۶ عیسائی ۴ پارسی باقی ہندو۔ ۱۸۸۵ء میں قائم ہوئی۔ اسکو ساٹھ برس گذر چکے ہیں۔ مسلمان اس میں ابتداء سے شریک ہیں۔ مولانا عبد القادر صاحب مرحوم لدھیانوی نے رسالہ نصرۃ الابرار میں اس میں شرکت کے جواز و استحقاق کے متعلق اُس زمانہ کے تمام ہندوستان کے علماء کے فتاوی شائع کر دیئے ہیں۔ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی سے یہ رسالہ مل سکے گا حضرت مولٰنا رشید احمد صاحب

گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کا فتویٰ دربارۂ اباحت شرکت کانگریس اس میں درج ہے۔

سوال (۵) کانگریس میں کیا فائدہ ہے کہ حضور والا اسکو اچھا سمجھ رہے ہیں ہم کو جناب کا مافی الضمیر نہیں پہنچا۔ اگر پہنچا تو یہ کہ معاذ اللہ حضور اہل ہنود سے مل گئے قسمیہ بات ہے کہ یہ بات لکھتے قلب شرمسار ہے کہ کیا یکو اس لکھ رہا ہوں۔ فقط سمجھنا مطلوب ہے۔ جناب کی مقتدرا ور رحم کنندہ ہستی سے ہم امیدوار ہیں کہ حضور ہم بچوں کے سر پر دست شفقت رکھ کر میٹھے پیار سے سمجھائینگے ہم حیران ہیں کہ یہ کیا اندھیر مچ گیا۔

جواب۔ محترما! آپ کو معلوم ہے کہ ہم ہندوستان کے باشندے ہیں۔ اس ملک کے تمام شہری اور وطنی حقوق ہمارے بھی ویسے ہی ہیں جو کہ انگریزوں کو انگلینڈ میں، فرانسیسیوں کو فرانس میں، امریکنوں کو امریکہ میں، جاپانیوں اور چینیوں کو جاپان اور چین میں اور ہر قوم کو اپنے وطن میں حاصل ہیں۔ خواہ وہ تجارت سے تعلق رکھتے ہوں یا زراعت سے۔ حکومت سے تعلق رکھتے ہوں یا مالیات سے۔ تعلیم سے تعلق رکھتے ہوں یا قومی طاقت سے خواہ داخلی حقوق ہوں یا خارجی اور بیرونی خواہ وہ کانوں سے تعلق رکھتے ہوں یا کاشت وغیرہ سے۔ مگر برطانیہ نے ہم پر تسلط کر کے ہم کو غلامی کی زنجیروں میں اس طرح جکڑ دیا کہ ہم بالکل مجبور و نادار، فاقہ کش اور بھوک سے نیم مردہ بلکہ مردہ ہوگئے۔ اسکی پالیسی یہ ہے کہ ہندوستان آغاز سے لیکر انجام تک، سر سے لے کر پیر تک برطانیہ کے لئے ہے۔ ہر چیز ہندوستان کی برٹش امپائر پر قربان ہوگی۔ اگر کچھ اس سے بچ رہے تو برٹش قوم پر قربان کی جائے گی۔ اگر

اس سے کچھ بچے تو یوروپین قوم پر قربان ہوگی۔ پھر بھی اگر کچھ بچے تو اینگلو انڈین پر قربان کی جائیگی۔ اگر ان سے بھی کچھ بچ جائے تو ہندستانیوں کو دیجائیگی۔ اس پالیسی اور استبداد پر آج سے نہیں بلکہ برطانوی شہنشاہیت ابتداء سے عمل کرتے ہوئے تمام ہندستان کو بدسے بدترین حالت کو پہنچا چکی ہے۔

سر ولیم ڈگبی اپنی کتاب پراسپرس برٹش انڈیا میں لکھتا ہے۔

جو کمی ۱۹۰۱ء میں ہمارے طریقۂ حکومت ہند میں دکھائی دے رہی ہے جہاں تک کہ ہندوستانیوں کا تعلق ہے اور جو کچھ غیر معمولی غربت ہندوستانی برّاعظم میں پھیل رہی ہے وہ ہمارے اس طریقۂ حکومت کا نتیجہ ہے، جو نیک نیتی سے مگر غلطی سے پہلے سے شروع کی گئی۔ اور اب تک بحال رکھی گئی وہ اصول حکومت تین قسم کے ہیں (۱) تسلط بذریعہ تجارت۔ ہندوستان کی دولت علانیہ سمیٹنا ننگے طور سے ۱۶۰۰ء سے ۱۷۵۷ء تک۔

نوٹ۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹروں کی ایک یادداشت کے الفاظ سے مندرجہ تحریر کی تشریح ہوتی ہے۔

"ہمارے خیال سے یہ بڑی دولت جو ہم نے ہندوستانی تجارت سے حاصل کی ہے ظالمانہ اور جابرانہ دستور العمل سے مہیا ہوتی ہے۔ ایسا دستور العمل جس کی نظیر نہ کسی ملک میں ملتی ہے نہ کسی زمانہ میں ملے گی۔

(۲) تسلط بذریعہ اطاعت بالجبر! ہندوستان انگلینڈ کے لئے ہے۔ آغاز سے انجام تک ۱۷۵۷ء سے ۱۸۳۲ء تک۔

(۳) خوش معاملگی کا دکھاوا اور زور کے ساتھ ہندوستانی قوم کو ادنےٰ حالت میں

لازمی طور پر قائم رکھنا۔

سنہ ۱۸۳۳ء سے ۱۹۰۱ء تک .... مگر اس میں شبہ نہیں کہ آج ہندوستان اس سے زیادہ شرمناک طور پر لوٹا جا رہا ہے جتنا اس سے پہلے کبھی لوٹا گیا تھا۔ ہماری ابتدائی حکومت کے باریک چابک اب آہنی زنجیر بن گئی ہے۔ کلائیو اور ہسٹنگس کی لوٹ اس نکاس کے مقابل ہیچ ہے جو روز افزوں ترقی کے ساتھ ایک ملک کو دوسرے ملک کا خون جان بہا کر مالا مال کر رہا ہے (خوشحال برطانوی ہند ترجمہ از پراپرس انڈیا صفحہ ۴۳)

الغرض برطانیہ نے وہ زہریلی پالیسی ہندوستان میں ابتداء سے قائم کی اور آج تک اسی کو چلا رہا ہے جس سے جنت نشان ہندوستان جہنم نشان بن گیا۔ قحط اور افلاس کا مرکز، بھوکوں اور ننگوں کا گھر، کروڑوں بھوک مرنیوالوں کا مقبرہ، جہالت اور نادانی کا اڈہ، پستی اور ذلت کا گڑھا، بے ہنری اور بے کاری کا میدان ہو گیا۔ اس سے فطری حقوق چھین لئے گئے۔ اسکو جانوروں سے بھی زیادہ بے بس، مجبور و معذور کر دیا گیا۔ یہ تو عام ہندوستانیوں کیلئے ہوا۔ مسلمانوں کی ایک ہزار برس سے زیادہ یہاں حکومت تھی۔ یہ ملک دارالاسلام تھا۔ اسلام کا پرچم بلند تھا۔ اور کفر و شرک کا جھنڈا سرنگوں تھا۔ انگریز نے دھوکے دیکر، تفرقہ ڈال کر آہستہ آہستہ مسلمان بادشاہوں اور نوابوں کو قتل و غارت کیا۔ دارالکفر بنایا۔ اسلام کے پرچم کو سرنگوں اور کفر والحاد کے پرچم کو سربلند کیا۔ یہی نہیں بلکہ ہندوستان کی غلامی کے لئے ہندوستان کی ہی طاقتوں سے اسلامی ممالک کو یکے بعد دیگرے برباد کیا۔ اور وہاں کی مسلم فوجوں کو قتل اور مسلم اقتدار کو زائل اور مسلم اموال وغیرہ پر قبضہ کیا۔

اور پھر ہر ہر فرقہ اور شعبہ ہائے حکومت سے مسلمانوں کو خارج کرنے کی اور ہندوؤں کو بڑھانے کی پالیسی جاری کی۔ (دیکھئے رسالہ ہندوستانی مسلمان مصنفہ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر اور رسالہ حکومت خود اختیاری وغیرہ)

اب غور کی بات یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں اور ہندوستانیوں کا روئے زمین پر دشمن سب سے زیادہ کون ہے۔ اسکو سمجھئے اور کیا ہر مسلمان اور پھر ہر ہندوستانی پر عقلاً نقلاً سیاستہً۔ دیانتہً۔ فرض اور لازم نہیں ہے کہ ایسی غلامی اور بے بسی اور ہلاکت سے جلد از جلد نجات حاصل کرے اور جس قدر بھی آگے بڑھ سکے۔ اس میں کوتاہی نہ کرے۔ یہی چیز کانگریس کی نصب العین ہے، اور اس کے لئے دن و رات اسکی جدوجہد جاری ہے۔ آج جو کچھ بھی کامیابی عہدوں اور جمہوری اسکیموں وغیرہ کی حاصل ہے اور جو ادائے کم و بیش آزادی کے ہیں، سب کانگریس ہی کی کوششوں کے نتائج ہیں اگر آپ تھوڑا سا غور کرینگے تو پتہ چلیگا کہ یہ فریضہ مسلمانوں کا ہندوستان میں بہ نسبت ہندوؤں اور دیگر اقوام کے بدرجہا زائد ہے جس کی وجوہ مخفی نہیں مگر کانگریس کی جدوجہد خواہ کتنی ہی دھیمی کیوں نہ ہو۔ برطانوی اقتدار و شہنشاہیت کے لئے زہر ہلاہل سے زیادہ عام برطانویوں اور بالخصوص استبداد و قدامت پسندوں کی نظر دل میں ہے۔ اسلئے وہ ہر طرح کانگریس کے خلاف ہیں۔ ابتدا سے کوششیں کرتے رہے۔

پہلے پہل مسٹر بیک (پرنسپل علی گڑھ کالج) نے انفرادی کوششیں کیں۔ علیحدہ علیحدہ لوگوں کو مخالف بنایا۔ بالخصوص سرسیّد مرحوم کو سخت متنفر کیا۔ پھر سر آکلینڈ کالون گورنر یو۔ پی کو کانگریس کے بالمقابل لا کھڑا کیا مگر جب اس کام چلتا نہ دیکھا گیا تو اجتماعی کوششیں عمل میں لائی جانے لگیں۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۸ء میں

علیگڈھ میں یونائیٹڈ انڈین پٹریاٹک ایسوسی ایشن قائم کی اور اسکے مندرجہ ذیل مقاصد ذکر کئے گئے۔

(الف) ممبران پارلیمنٹ اور انگلستان کے لوگوں کو بذریعہ رسائل اخبارات کے مطلع کرنا کہ ہندوستان کی کل قومیں اور رؤسا اور والیان ملک کانگریس میں شریک نہیں ہیں۔ اور کانگریس کی غلط بیانیوں کی تردید کرنا۔

(ب) مسلمانوں اور ہندوؤں کی انجمنوں کے خیالات سے جو کانگریس کے خلاف ہیں ممبران پارلیمنٹ اور انگلستان کو اطلاع دینا۔

(ج) ہندوستان میں امن وامان اور برٹش گورنمنٹ کے استحکام کی کوششیں کرنا اور کانگریس کے خیالات لوگوں کے دلوں سے دور کرنا۔ ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا جسکے الفاظ حسب ذیل تھے۔

دیسی زبان میں فساد انگیز اور بغاوت خیز تقریر اور تحریر کا انسداد کرنے کیلئے گورنمنٹ سے درخواست کی جائے۔ ۱۸۹۰ء میں ایک عرضداشت بیس ہزار سات سو پینتیس دستخطوں سے مسٹر بیگ نے انگلستان ہی پارلیمنٹ میں بھجوائی۔ جسکا مضمون تھا "اس ملک میں انتخاب باطریق جمہوریت کا جاری ہونا اس وجہ سے خلاف مصلحت ہے کہ یہاں مختلف اقوام کے لوگ بستے ہیں"۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ کانگریس نے ہندوستان میں جمہوری طریقہ حکومت کا مطالبہ کیا تھا۔ اس پر دستخط کرانے کیلئے خود مسٹر بیگ دہلی گئے اور جامع مسجد کے دروازہ پر خود بیٹھے اور آنے جانیوالے نمازیوں سے بذریعہ طلبا یہ کہہ کر دستخط کروائے گئے کہ ہندو گاؤکشی بند کرانا چاہتے ہیں۔

۱۸۹۳ء میں محمڈن اینگلو اورنٹیل ڈیفنس ایسوسی ایشن آف اپر انڈیا قائم کی گئی کیونکہ

ہندوؤں نے بیٹریاٹک ایسوسی ایشن سے آہستہ آہستہ کنارہ کشی اختیار کرلی تھی اور وہ مقاصد کو بھانپ گئے تھے۔ اسلئے اب خصوصی پر مسلمانوں کو آلہ کار بنانا ضروری سمجھا گیا۔ ایسوسی ایشن مذکور کے مقاصد حسب ذیل تھے۔

(الف) مسلمانوں کی رائیں انگریزوں اور گورنمنٹ ہند کے سامنے پیش کرکے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت کرنا۔

(ب) عام سیاسی شورش کو مسلمانوں میں پھیلنے سے روکنا۔

(ج) ان تدابیر میں امداد دینا جو سلطنت برطانیہ کے استحکام اور سلطنت کی حفاظت میں ممد ہوں ہندوستان میں امن قائم رکھنے کی کوشش کرنا اور لوگوں میں وفاداری کے جذبات پیدا کرنا۔

مسٹر بیگ اس ایسوسی ایشن کے قائم کرنے کے بعد انگلستان گئے اور وہاں انجمن اسلامیہ لندن میں ایک لکچر دیا جو نیشنل ریویو میں شائع ہوا اور علیگڈھ کالج میگزین نے اُسکا ترجمہ مارچ اپریل ۱۸۹۵ء کے پرچوں میں شائع کیا۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(الف) اینگلو مسلم اتحاد ممکن مگر ہندو مسلم اتحاد ناممکن۔ آپ نے فرمایا کہ ہندوستان کے لوگ مذہب کی بنا پر آپس میں لڑتے ہیں۔ یہاں ہندو مسلم کے مذہبی انہماک میں کوئی علامت زوال کی نہیں پائی جاتی۔ بلکہ جو لوگ ان مذہبوں کے ماننے والے ہیں ان میں عداوت روز افزوں ہے مسلمان اورنگزیب پر ناز کرتے ہیں لیکن گرو گوبند سنگھ اور سیواجی کے ماننے والوں کو اس نام سے نفرت ہے۔ دونوں قوموں میں ازدواج باہمی ناممکن ہے اور اس وقت ہندوؤں کی ہزارہا ذاتیں ہیں۔ جو اس بات کو گناہ جانتی ہیں۔ ہندوستان کے لوگوں کے لئے یہ امر ناممکن ہے کہ وہ اتفاق کرکے جمہوری طرز سلطنت اپنے اوپر خود حکمران بنیں۔"

حالانکہ مسٹر بیگ نے جو ہند و مسلم نفاق کا گیت گایا ہے وہ بالکل غلط ہے وہ انگریزوں ہی کا پیدا کیا ہوا پھل ہے جو کہ اپنی مستبدانہ حکومت کے بقا کیلئے ہندوستان میں بویا اور پھر ان کو کھلایا گیا ہے۔ انکے اقتدار و حکومت سے پہلے یہ تفارق نہ تھا۔ چنانچہ ڈبلیو ایم ٹارانس اپنی کتاب (ایشیا میں شہنشاہیت) میں لکھتا ہے

"۔۔۔ سیواجی کو متعصب اور سلطان ٹیپو کو کٹر مذہبی کہا جاتا ہے لیکن جس وقت ہم نے جنوبی ہند کی ریاستوں میں دخیل ہونا شروع کیا اسوقت ان کے یہاں اس قسم کے مذہبی تنفر کا کہیں نام تک نہ تھا..... ٹھیک اس وقت ہندوستان کے اندر ہر شہر اور شاہی دربار میں ہندو مسلمان عزت اور سرمایہ کمانے میں اور ایک دوسرے سے بازی لیجانے میں آزاد تھے۔"

(روشن مستقبل صـ۲۹)

اسی طرح سر جان مینارڈ اور دوسرے مورخین بتلاتے ہیں کہ انگریزوں سے پہلے ہندو مسلمانوں میں جذبہائے نفرت و جنگوئی موجود نہ تھے یہ پھل برطانوی کاشت تعلیم کا نتیجہ ہے۔ مسٹر بیگ نے اس ایسوسی ایشن کے افتتاح کے وقت جو تقریر کی تھی اس کا اقتباس بھی قابل غور ہے۔

"۔۔۔ چند سال سے دو قسم کے ایجی ٹیشن (شورشیں) ملک میں زور و شور پر ہیں۔ ایک نیشنل کانگریس اور دوسرے گاؤ کشی کے انسداد کی تحریک۔ ان میں سے تحریک اول صریحاً انگریزوں کے خلاف ہے اور تحریک ثانی مسلمانوں کے برخلاف ہے نیشنل کانگریس کے مقاصد یہ ہیں کہ پولیٹکل حکومت گورنمنٹ انگریزی سے ہندو رعایا کے بعض فرقوں کی طرف منتقل کردیجائے

حکمراں جماعت کمزور کر دی جائے لوگوں کو ہتھیار دیدیئے جائیں اور فوج اور سرحد کو کمزور کرکے فوج کا خرچہ گھٹایا جائے.........

ان دونوں شورشوں کی وجہ سے مسلمان اور انگریز دونوں نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ اسلئے مسلمانوں اور انگریزوں کو اتحاد کرکے ان تحریکوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے اور جمہوری طرق سلطنت کے اجراء کو اس ملک میں روکنا چاہیئے جو اس ملک کے حسب حال نہیں ہے۔ اسلئے ہمیں حقیقی وفاداری اور اتحاد عمل کی تبلیغ کرنی چاہیئے"۔ (روشن مستقبل صفحہ ۲۷)

مسٹر بیگ نے مسلمانوں کو کانگریس کے خلاف کرنے میں ہمیشہ اپنی سرگرم اور انتہائی جد و جہد جاری رکھی جس کا عظیم الشان اثر خود سر سید اور تمام کارکنان علیگڈھ کالج اور عام تعلیمیافتہ مسلمانوں پر ہوا۔ اور وہ بڑی حد تک کانگریس اور ہندو قوم سے متنفر ہو گئے۔ اسی بنا پر سر آرتھر اسٹریچی چیف جسٹس ہائیکورٹ (جو کہ کنسرویٹو اینگلو انڈین جماعت کے ممبر تھے) مسٹر بیگ کی وفات پر ایک مضمون شائع کرتے ہیں جس کے فقرات ذیل قابل غور ہیں۔

"ایک ایسے انگریز کا انتقال ہوا ہے جو دور دراز ممالک میں سلطنت کی تعمیر میں مصروف تھا۔ اس نے مثل ایک سپاہی کے اپنا فرض انجام دیتے ہوئے جان دی ہے مسلمان ایک شکی قوم ہے۔ اسلئے جب مسٹر بیگ اول آئے تو ان کا طریقہ مخالفانہ تھا۔ ان کا پہلا خیال یہ تھا کہ مسٹر بیگ گورنمنٹ کی طرف جاسوس مقرر ہو کر آئے ہیں۔ مگر ان کی سادہ دلی اور بے نفسی کا یہ اثر ہوا کہ وہ رفتہ رفتہ اُن پر

اعتبار کرنے لگے۔ (علیگڈھ منتھلی ۱۸۹۹ء روشن مستقبل صت ۲۹۶)

مسٹر بیگ کے انتقال کے بعد جو کہ ۱۸۹۹ء میں ہوا مسٹر ماریس پرنسپل علیگڈھ کالج مقرر ہوئے۔ موصوف پہلے ہی سے کالج میں پروفیسر تھے جب علیگڈھ میں کانگریس کے خلاف انڈین پیٹریاٹک ایسوسی ایشن قائم ہوئی تھی تو انھوں نے انگلستان میں مسلمانوں کا سیاسی پروپیگنڈہ کرنے کیلئے اپنے مکان پر اس کی شاخ قائم کی تھی۔ اسکے بعد وہ مسلمانوں کے تعلیمی اور سیاسی کاموں میں مسٹر بیگ کے شریک کار رہے۔ مسٹر بیگ نے پرنسپل ہوکر چونکہ پندرہ سال تک مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کی تھی۔ اسلئے انکے بعد مسٹر ماریس نے بھی کالج کی پرنسپل ہوکر سیاسی کام میں مسٹر بیگ کی قائم مقامی کی اور پانچ برس تک کام کرتے رہے انکے بعد مسٹر آرچ بولد پرنسپل مقرر ہوئے۔ یہی مسٹر آرچ بولڈ ہیں جنکی اور کرنل ڈنلاپ اسمتھ پرائیویٹ سکریٹری وائسرائے کی سعی سے سرزمین شملہ پر وفد بلایا گیا جس میں مسلمان رؤسا اور اہل خطاب و ثروت تقریبًا پینتیس آدمی شریک تھے۔ سر آغا خان صدارت کرنے کیلئے سیدھے ولایت سے آئے اور شملہ پہنچ کر لارڈ منٹو کے سامنے فرائض صدارت انجام دیتے ہوئے وہ ایڈریس پیش کیا جس کا مسودہ کرنل ڈنلاپ نے تیار کیا تھا اور یہی ڈیپوٹیشن لیگ کا سنگ بنیاد تھا۔

مندرجہ بالا مختصر واقعات سے آپ بخوبی اندازہ کرسکینگے کہ کانگریس سے دور رکھنے اور تنفر کرنے کیلئے حکومت برطانیہ کے کھلاڑیوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا کھیل کھیلے ہیں۔ جن کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ انھیں کھیلوں میں سے مسلم لیگ بھی ہے۔ جسکی سرپرستی آج تک حضور وائسرائے لارڈ لنلتھگو اور وزیر ہند وغیرہ فرمارہے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ کانگریس کا قصور یہ ہے کہ وہ ہندستان میں اقتدار اور شہنشاہیت کو ختم کرنا چاہتی ہے اور ہندوستان کو مکمل آزاد دیکھنا چاہتی ہے۔ اس میں بلاشبہہ رجعت پسندان

انگلستان کی موت ہے جو قدم بھی کانگریس کا آگے بڑھیگا انگلستان کو اس سے ضرور کچھ نہ کچھ نقصان پہنچیگا مگر چونکہ برطانیہ کانگریس کو علانیہ طور سے ہر زمانہ اور ہر حالت میں انٹرنیشنل وجوہ اور آزادی پسندی کے دعاوی وغیرہ اور سابقہ مواعید کی بنا پر بالکل کچل ہی نہیں سکتی اسلئے مختلف قسم کی تدابیر عمل میں لائی جاتی ہیں انہیں میں سے مسلم لیگ ہندو مہا سبھا کا بھی قیام ہے جو کہ متوازی طور پر ۱۹۰۶ء میں ہی لیگ کے ساتھ ساتھ ظہور پذیر ہوا۔

اور آپ اسکو بھی بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ لیگ میں نوابوں، سروں، تعلقداروں خانبہادروں خانصاحبوں وغیرہ اور انکے تمام اذناب و پرستاران حکومت جوق جوق داخل ہونیکا سبب کیا ہے انھیں پروپیگنڈوں سے عام مسلمان بھی دھوکہ میں ڈالے گئے اور جا رہے ہیں۔ ان بیچاروں کو نہ حقیقت کی خبر ہے نہ پرانی باتیں یاد ہیں۔

ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ بادشاہ وقت اگر دن کو رات کہنے لگے تو لوگ اس کو نہ صرف سچ کہیں گے بلکہ اس کے لئے ستارے اور چاند وغیرہ بھی دکھلانے کے لئے تیار ہو کر کہنے لگیں گے (اینک ماہ و پرویں مشہور ہے)

عرصہ دراز سے برطانیہ کی طرف سے دنیا میں بھی ڈھنڈورہ پیٹا جاتا ہے کہ ہم جمہوریت اور آزادی کے ہی دلدادہ ہیں مگر کیا کریں کہ ہندوستانیوں میں آپس میں سخت اختلافات ہیں۔ نہ ان کے پاس کوئی متفقہ پروگرام ہے۔ نہ ان کی آپس میں ایک دوسرے پر اعتمادات ہیں نہ اقلیتوں کو اکثریت سے کوئی اطمینان ہے۔ اسلئے اگر ہم ہندوستان چھوڑ کر چلے ہی آئیں تو یقیناً مسلم اقلیت برباد ہو جائے گی اور ہندو مجارٹی اس کو بالکل فنا کر دیگی۔ جس کی بہیم صدا عرصہ سے مسلم لیگ اور اُسکے قائد اعظم اٹھا رہے ہیں۔ کیا آپ واقعات حاضرہ سے یہ پتہ نہیں چلا سکتے۔

کہ مسلم لیگ نے آزادی ہند میں سنگ گراں اور عظیم الشان رکاوٹ بنکر برطانوی امپریلزم کو کسقدر نفع پہنچایا ہے اور آزادی ہند میں کس قدر نقصان پہنچارہی ہے نیز آئندہ کیلئے بھی ہندوستان کی آبادی کیلئے غلامی کے کسقدر سامان مہیا کر رہی ہے۔

سوال (۶) کانگریس میں کیا نقصان ہے کہ خلق خدا اس کو اچھا نہیں سمجھتی؟

جواب اس کا جواب مندرجہ بالا معروضات سے صاف ظاہر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں نقصان یہ ہے کہ وہ برطانوی شہنشاہیت کی ایک ایک کڑی کو ہندوستان سے ہٹا اور مٹا دینا چاہتی ہے۔ رجعت پسند انگریز اس کو اپنی قوم اور شہنشاہیت کی موت دیکھتا ہے۔ اسلئے اپنے تمام طاغوتوں اور پرستاروں کے ذریعہ وہ عام ہندوستانیوں کو اس سے متنفر کرنا چاہتا تھا مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی تو مسلمانوں پر جادو کیا اور یہاں یہ جادو چل گیا جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔

سوال (۷) آپ فرماتے ہیں کہ ہم اپنی موٹی عقل کے مطابق یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مسلم لیگ کی جماعت اور کانگریس کی جماعت یہ دو طاقتیں جو انگریزوں سے ملک ہندوستان کی آزادی چاہتے ہیں جس سے اپنے ملک کو دنیوی فائدہ پہنچائیں اور اپنی رائے کی موافق قانون بنائیں۔ مگر حضور کی رائے اس کے خلاف ہے۔

جواب (۷) آپ کی رائے دربارہ کانگریس صحیح ہے اور دربارہ لیگ غلط ہے۔ مذکورہ بالا تصریحات سے اس غلطی کی وضاحت ہوتی ہے بلکہ یہ امور بتلا رہے ہیں کہ جو بیان رائز دیکلی نے اپنی ہفتہ وار ڈائری میں شائع کیا تھا کہ "مسٹر جناح ہندوستان کی آزادی نہیں چاہتے" بالکل صحیح اور سچ ہے اخبار مذکور نے ایک امریکن نامہ نگار کی ایک کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ نامہ نگار نے گاندھی جی سے ملاقات کے دوران میں کہا

"یہ کتنا افسوسناک امر ہے کہ کانگریس اور مسلم لیگ سر اسٹیفورڈ کرپس سے تو باتیں کرنے کو تیار رہیں لیکن آپس میں ان کی گفتگو نہیں۔ اس پر گاندھی جی نے کہا کہ افسوسناک نہیں شرمناک ہے اور اس میں قصور لیگ کا ہے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو لارڈ لنلتھگو نے ہمیں بلایا۔ میں اور راجن بابو کانگریس کے نمائندوں کی حیثیت سے گئے۔ اور مسٹر جناح لیگ کے نمائندے کی حیثیت سے۔ ہم نے مسٹر جناح کو تجویز پیش کی جس میں ہندوستان کیلئے آزادی کا مطالبہ کرنا چاہا لیکن مسٹر جناح نے صاف جواب دیا کہ "مجھے آزادی کی ضرورت نہیں"۔ (مدینہ بجنور مورخہ ۱۳ راپریل ۱۹۴۴ء)

خود مسٹر جناح بار بار یہ تصریح فرما چکے ہیں کہ برطانیہ سے ڈائرکٹ ایکشن اسلامی مفاد کے خلاف ہے۔ دیکھو اجمل بمبئی مورخہ ۱۷ رجنوری ۱۹۴۵ء۔ حکومت کی طرف سے ان کے مطالبات کی یکے بعد دیگرے بیشمار مخالفتیں اور بے پروائیاں ہوتی رہی ہیں مگر کوئی ایسا قدم لیگ نے آج تک نہیں اٹھایا جس میں عافیت اور راحت کو خطرہ ہو۔ نہ آج تک قائد اعظم نے کوئی ایسی قربانی کی۔ کیا ایسی جماعت آزادی حاصل کرسکتی ہے۔ صرف دھمکیوں سے دنیا میں کوئی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ آئینی احتجاجات سے اگر کام نکلا تو یہ عظیم الشان جنگوں کے ظہور کی نوبت نہ آتی۔ کیا لات کا بھوت بات سے مان سکتا ہے۔

سوال:۔ بلکہ حضور کی یہ رائے ہے کہ مسلم لیگ کے مقابلہ میں علمائے اسلام کی قوت ہو اور جماعت مسلم لیگ نہ ہو۔ اور اسکے بدلے میں جماعت علماء اسلام کی قوت اور کانگریس کی قوت سے آزادی ملے۔ کیونکہ علمائے اسلام قوانین شریعت سے واقف

ہیں۔ سو جو قانون علمائے اسلام کے دماغ اور ہاتھ سے بنے گا وہ شرعی ہوگا سو اس میں فائدہ اسلام ہے۔ اور مسلم لیگ کے رہنما شریعت سے بے خبر ہیں۔ سو اُس کی قوانین ساختگی اسلامی نہیں ہوگی لہذا مسلم لیگ، جماعت شریعت کو مضر ہے اور جناب کی رائے مبارک میں اسلامی فائدہ ہے۔ یہ مضمون میرا خیال ہے الخ

جواب۔ محترما! یہ خیال غیر واقعی ہے۔ ہم کو کوئی ذاتی عناد لیگ سے نہیں اور نہ کسی دوسری مسلم جماعت سے ہے۔ ہم تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی دیکھتے ہیں اور اپنی طاقت کے مطابق اُنکی خدمت کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ یہ دستور ہمارا شخصی اور اجتماعی دونوں طریقوں پر رہا ہے اور آج تک جاری ہے خلافت کمیٹی قائم کی گئی۔ ہم نے اس میں بطیب خاطر شرکت کی۔ ہم نے صدارت، نظامت، عہدے وغیرہ اور تفوق کا مطالبہ نہیں کیا۔ اگر کوئی عہدہ دیا گیا، اس کے فرائض انجام دئیے۔ نہیں دیا گیا، تو شکایت نہیں کی۔ خلافت کی تاریخ دیکھئے۔ بیشک ہم لیگ سے ہمیشہ علیحدہ رہے تھے۔ صرف اسلئے کہ وہ پرستاران برطانیہ اور رجعت پسندوں اور خود غرضوں کی جماعت تھی۔ مگر جبکہ ۳۶-۱۹۳۷ء میں ہم کو بلایا گیا اور آزاد خیالی کا دعوی کرتے ہوئے یہ ضمانت دی گئی کہ شرعی امور اور ان قوانین میں جن کا تعلق مذہب سے ہوگا ان میں جمعیۃ العلماء کی رائے کا اتباع کیا جائیگا تو ہم سچا وعدہ سمجھ کر مطمئن ہو گئے اور لیگ کے ساتھ اشتراک عمل پوری جدوجہد کے ساتھ کرنے لگے۔ جس کی نظیر خود لیگ کے اعلی اور ادنی کارکنوں میں بھی پائی نہیں گئی۔ مگر جب ہم نے دیکھا کہ وہ وعدے بالکل بھلا دیئے گئے۔ بلکہ قصداً اور علانیۃً توڑ دیئے گئے تو ہم کو بجز علیحدگی کوئی چارہ نظر نہیں آیا۔ تاہم ہم نے کوئی مخالفانہ یا جارحانہ یا رکاوٹوں کا معاملہ نہیں قائم کیا۔ نہ ہم نے سب وشتم

افترا پردازی، بدگوئی یا بے عزت کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔ بلکہ سکوت اور اطمینان اور سلیقوں سے کے ساتھ اپنا کام جاری رکھا۔ ہم پر ہر قسم کے تشدد کئے گئے اور جھوٹے رسالے مضامین، پمفلٹ شائع کئے گئے۔ تقاریر اور تدابیر ہر قسم کی عمل میں لائی گئیں۔ سب دشتم، افترا پردازی اور جھوٹ بولنے کی تذلیل و توہین کی جدوجہد کی گئی۔ مگر ہم نے کوئی جواب دینا یا مقابلہ کرنا درست نہ سمجھا۔ یہ سب خلاف تہذیب اسلامی اور اسلامی شرافت کے منافی باتیں ہیں۔

آپ گذشتہ معروضات میں سے جو کہ واقعات میں سے بہت تھوڑی ہیں اندازہ کرسکے ہونگے کہ کس طرح قانون بنانے میں عمداً اسلام اور مذہب کے خلاف کاروائیاں ہوئیں اور ہورہی ہیں اگر اسمبلیاں اور کونسلیں صرف بنیادی انتظام تک محدود رہتیں، تو ممکن تھا کہ چشم پوشی روا رکھی جاتی۔ مگر ان حضرات نے امور مذہبیہ قدسیہ کے متعلق بھی بل پیش کئے اور پاس کرائے۔ ہم نے احتجاجات کئے مگر کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ اگرچہ بعض امور میں ہم کو کامیابی بھی ہوئی اور بعض امور میں نصف یا چوتھائی کامیابی ہوئی۔ مگر بہت سے امور میں بالکل کامیابی نہیں ہوئی۔ جیسے شاردا بل، شریعت بل، خلع بل، خوراک حجاج بل وغیرہ وغیرہ

یہ حضرات نہ صرف ناواقف ہیں بلکہ صراحۃً فخر کرتے ہیں کہ ہم نے علماء کا اقتدار کو مٹادیا مذہب اور مذہبی لوگوں کو جبتک مٹا نہ دیا جائیگا مسلمانوں کی ترقی نہیں ہوسکتی ہم پردہ مستورات کو مٹادینگے وغیرہ وغیرہ۔ اب آپ ہی فرمائیں کہ اب ہمارے لئے چارہ کار کیا ہے ع ہمیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی واحد نمائندگی کا دعوے کیا گیا۔ اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ جمعیۃ علماء بھی سیاسی اور مذہبی رہنمائی مسلمانو

کی کرے۔ مسلمان مذہب کو مضبوط پکڑے بغیر ترقی نہیں کر سکتے۔ اگر مذہب کو چھوڑ کر ترقی پذیر ہوں اور آسمان پر پہنچ جائیں تو اسلام کی ترقی نہ ہوگی ہم مسلمانوں کی زندگی اور ترقی بغیر آزادی ہند نہیں دیکھتے۔ چنانچہ ظاہر ہے غلامی ان کو، اور بیرون ہند کے مسلمانوں کو برباد کر رہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ خلقت میں جناب کے حق میں بہت ہی بدظنی پھیلائی جا رہی ہے۔ جس کو سن کر طبیعت تنگ آرہی ہے۔ جناب عالی! یہ تو سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کیا نہیں کیا گیا۔ مجھ سے یا میرے رفقاء سے بدظنی پھیلانے کی کوشش یہ سب برطانوی پروپیگنڈہ ہے جو کہ ڈیوائڈ اینڈ رول کے ماتحت مدتوں سے جاری ہے۔ البتہ اس کے عنوان اور رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ کاش سادہ لوح مسلمان سمجھیں اور دوست دشمن کی تمیز کریں۔ وعلی اللہ التکلان

میں نہایت عدیم الفرصت ہوں۔ اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ معاف فرمائیں۔ والسلام

ننگ اسلاف: حسین احمد غفرلہ

۱۶ر شوال ۶۴ھ ۱۸ر ستمبر ۱۹۴۵ء

امتیاز رقم دیوبندی۔ ۸-۱/۲-۴۵